قرآن حکیم کی چند بنیادی اخلاقی تعلیمات

آیۂ بِرّ کی روشنی میں

——— تحریر: عارفین بشیر ———

معاشرتی زندگی میں اخلاقِ حَسَنہ کی اہمیت مسلّم ہے۔ ایک صالح سماج کا قیام اعلیٰ اخلاق کے حامل افراد کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلام اخلاقِ حسنہ کی اہمیت نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اپنے نظامِ حیات میں ان کو اہم مقام عطا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور ارکانِ اسلام کے علاوہ جن باتوں کو انسانی کامیابی کے لئے لازمی قرار دیا ہے' اُن میں حسنِ اخلاق کا درجہ بہت بلند ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں تکمیل اخلاقِ حسنہ کو بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ)) "مجھے اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ ذاتی طور پر حسن اخلاق کے لئے تہجد کی نماز میں خصوصی دعائیں کیا کرتے تھے:

> ((وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ ' وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَاتِهَا' لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّاٰتِهَا اِلَّا اَنْتَ)) (مسلم)
>
> "اور اے میرے خدا! میری بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف راہنمائی کر! تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا۔ اور بُرے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے! اور ان کو کوئی نہیں پھیر سکتا مگر تو ہی"۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ایسی کئی اور دعائیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً:

((اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ))
(بلوغ المرام)

"یا اللہ مجھے بُری خصلتوں بُرے عملوں' بُری خواہشوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھ"۔

((اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ)) (بلوغ المرام)

"الٰہی! جس طرح تو نے مجھے جسمانی لحاظ سے خوب بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق کو اچھا کر!"

خیرالانام محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے بارہا اخلاقِ حسنہ کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْمِيْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ)) (بلوغ المرام)

"حسنِ خُلق سے بڑھ کر کوئی چیز ترازو میں بھاری نہیں"۔

اور

((اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ)) (بلوغ المرام)

"بہت بڑی چیز جو بہشت میں داخل کرے گی وہ اللہ کا تقویٰ اور حسنِ خُلق ہے"۔

قرآن حکیم میں اخلاقِ حَسنہ کی اہمیت، فضیلت اور دیگر پہلوؤں کو کئی مقامات پر نمایاں کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ بہت جامع ہے۔

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ ﴾

(البقرۃ : ۱۷۷)

"نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف، بلکہ حقیقی نیکی تو اُس شخص کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر، یوم آخر پر، ملائکہ پر، (اللہ کی نازل کردہ) کتاب پر اور اس کے پیغمبروں پر۔ اور خرچ کیا اس نے اپنا مال، دِل پسند ہونے کے باوجود، رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر، اور غلاموں کی رہائی پر۔ اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ اور (نیک لوگ وہ ہیں کہ) جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور

خصوصاً تنگی و مصیبت کے وقت میں اور (حق و باطل کی) جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ یہ ہیں جو راست باز لوگ ہیں' اور یہی ہیں جو متقی ہیں"۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں نیکی کے روایتی' ناقص اور محدود تصور کی بجائے جامع اور وسیع تصور کو واضح کیا گیا ہے۔ اس آیت میں درج ذیل نکات مذکور ہیں :

(۱) ایمان (۲) ایتاءِ مال (۳) عبادات (۴) ایفاءِ عہد (۵) صبر و ثبات

نیکی کے جامع تصور میں قرآن مجید میں مذکور پانچ نکات میں سے تین کا تعلق انسانی اخلاقیات سے ہے۔ گویا نیکی کے قرآنی معیار پر پورا اترنے والے افراد' جن کو صادقین اور متّقین کے القابات سے موسوم کیا گیا ہے' کے کردار میں اخلاقِ حَسنہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بالفاظِ دیگر نیکی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے کے لئے اوصافِ حمیدہ کو اختیار کرنا لازمی ہے۔ بقول ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم : "قانونِ اخلاق یا صائب نصب العین کا قانون انسان کی عمیق ترین فطرت اور انتہائی اندرونی خواہش ہے۔ یہ راہ انسانی فطرت کے ارتقاء کا ذریعہ ہے۔ اس راستہ سے ہمارے لئے آزادی اور ترقّی کا حصول ممکن ہے"۔ گویا دَورِ جدید میں کسی بھی معاشرے بالخصوص اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متصف افراد کی موجودگی لازمی ہے۔

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی "علم بِالوحی" اور "انسانی استعداد کے زائیدہ علم" کے درمیان امتیاز پر زور دیتے ہوئے رقمطراز ہیں : "علم بِالوحی عمل کا یعنی نصب العین اور اس کے حصول کے ضامن لائحہ عمل کا علم ہے۔ اور انسانی علم محسوسات کا علم ہے' جس کی نشو و نما کی تکمیل کا رُخ ابھی تک اس وجہ سے متعین نہیں ہو سکا کہ اس کی نشو و نما اقدام و خطا کے انداز میں ہوتی رہی ہے"۔

اخلاقیات کے ضمن میں اس کی وضاحت سید سلیمان ندوی مرحوم نے کچھ یوں کی ہے : "یہیں آکر فلسفۂ اخلاق اور اسلامی اخلاق کے اصول کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔ حکمائے اخلاق یہ ڈھونڈتے ہیں کہ انسانی اخلاق کی غرض و غایت کیا ہوتی ہے اور معلّمِ حکمت علیہ السلام یہ تعلیم دیتے ہیں کہ انسان کو اپنے اخلاق کی غرض و غایت کیا قرار دینی چاہئے"۔

سید سلیمان ندوی مرحوم نے اسلام کے اس نقطہء نظر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے : "اخلاق کی خوبی ان کے علم و فلسفہ میں نہیں بلکہ عمل میں ہے.....اس بناء پر اس نے ان اصولوں کی طرف اشارے تو کئے ہیں مگر اخلاق کے باب میں اس کی عالمانہ تحقیق و تلاش کو کوئی اہمیت نہیں دی"۔

مختصر یہ کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں "غرض و غایت" یعنی "نصب العین" اور اس کے حصول کے لئے "عمل" کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام ان دونوں کی درستی پر زور دیتا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کا نقص اخلاقی عمل کی وقعت کو کم کر دیتا ہے۔ اور بعض صورتوں میں تو عمل اپنے اُخروی نتائج کے اعتبار سے بے سود ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح اخلاقیات میں جذبہٗ محرکہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے لئے شرعی اصطلاح "نیت" ہے۔ دل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جس کو اپنی غرض و نفع کے موافق سمجھتا ہے 'نیت کہتے ہیں۔ جہاد میں جانے والا شخص اپنے گھر سے نکلا تو دیکھو اسے گھر سے باہر نکالنے والا باعث و محرک کیا چیز ہے؟ یعنی اگر ثوابِ آخرت ہے تو یہی اس کی نیت ہے اور اگر باعثِ مالِ غنیمت یا شہرت و نیک نامی کا حاصل کرنا ہے' تو اسی کو اس کی نیت کہا جائے گا۔ چنانچہ ایمانیات میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا تعلق جذبہٗ محرکہ سے ہے۔ ایمان باللہ (اللہ کی محبّت) مثبت جبکہ ایمان بالآخرۃ منفی جذبہ محرکہ ہے۔ ایمان بالرّسالت سے عمل کا ایک حسین نمونہ سامنے آتا ہے۔

آیۂ بِر میں ایمانیات کے بعد ایتاءِ مال کو بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں دیگر اخلاقی اقدار جیسے ایفاءِ عہد اور صبر مذکور ہیں۔ گویا ایمان اور اخلاقِ حسنہ کا باہم گہرا تعلق ہے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر اس تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔ جیسے اہلِ ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾ (القصص : ۵۴)

"وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دہرا اس بات پر کہ قائم رہے' اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے جواب میں اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں"۔

﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ○ ﴾ (المعارج : ۳۲)

"اور جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ○ ﴾ (البقرۃ : ۳)

"جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط ﴾ (آل عمران : ۱۳۴)

"جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں' اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کر دیتے ہیں لوگوں کو"۔

﴿ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا○ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا○ ﴾

(الدھر : ۸'۹)

"اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبّت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم جو تم کو کھلاتے ہیں' سو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو' نہ تم سے ہم چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری"۔

حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے پُر نور فرامین میں ایمان اور اخلاق کے باہم تعلق کو واضح کیا ہے۔ فرمایا :

((اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا)) (ترمذی)

"مؤمنوں میں مکمل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں"۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : ((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِجَارِهٖ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ)) (بلوغ المرام)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : "اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' کوئی بندہ اُس وقت تک مؤمن نہیں ہے جب تک وہ اپنے ہمسائے کے لئے وہی بات پسند

نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلاَّ قَالَ : ((لاَ اِيْمَانَ لِمَنْ لاَ اَمَانَةَ لَهٗ وَلاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَ عَهْدَ لَهٗ)) (رواہ البیهقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کوئی خطبہ ایسا کم ہی دیا ہو گا جس میں یہ نہ فرمایا ہو : "جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس میں وفاءِ عہد نہیں اس کا دین ہی نہیں"۔

ایمان کے حوالے سے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ آیۂ بر میں ایمانِ حقیقی کا تذکرہ ہے، جسے امین احسن اصلاحی مرحوم لکھتے ہیں : "ایمان سے یہاں، سیاق و سباق دلیل ہے کہ، حقیقی ایمان مراد ہے، اس لئے کہ حقیقی ایمان ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی خدا کی وفاداری کا حق ادا کر سکتا ہے"۔

ایمان حقیقی انسانی شخصیت میں اخلاقِ حسنہ کے بیج کی پرورش کر کے اس کے کردار کو شجر سایہ دار بنا دیتا ہے۔ جب ایک مسلمان صوفی سے کسی نے پوچھا کہ وہ کیا طریق ہے کہ ہم منہیات و بلیات سے طمانیت اور استقلال کے ساتھ آزاد ہو جائیں تو انہوں نے کہا "اِیْمَان باللّٰہ"

آیۂ بِر میں مذکور اعمال کا جزوِ اعظم اخلاقِ حسنہ پر مشتمل ہے۔ اخلاقی اقدار کی اگرچہ اَن گنت شاخیں قرآن مجید اور احادیث میں بیان ہوئی ہیں مگر نیکی کی حقیقت کی بحث میں چند مخصوص اخلاقی اعمال کا تذکرہ ان کی بنیادی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اب ہم آیہ بر میں مذکور اخلاقِ حسنہ کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

○ ایتاءِ مال

نوعِ بشر کے ساتھ ہمدردی ایک فطری انسانی جذبہ ہے جس کا اظہار بے شمار عملی صورتوں میں ہوتا ہے۔ یہاں ایتاءِ مال کا خصوصی ذکر ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ نوعِ انسانی سے رافت و رحمت کے سلوک میں سب سے بڑی رکاوٹ اور لوگوں کے استحصال کا بڑا سبب مالی مفادات ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص معاشی مفادات کے علی الرغم دوسروں

کی تکالیف رفع کرنے کے لئے مال خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے کردار کی عظمت کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ایتاءِ مال کی بدولت معاشرے کے کمزور طبقات سے ہمدردی و غم خواری کے دیگر معاملات کا اظہار آسان تر ہو جاتا ہے۔ ایتاءِ مال کا ایک ذریعہ تو زکوٰۃ ہے جو اسلام کا اہم رکن ہے۔ علاوہ ازیں نفلی صدقات و نفقات ہیں' یہاں انہی کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ایتاءِ مال کے لئے کئی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ : یہ اصطلاح غرباء و مساکین اور غلبہ دینِ حق کی جدّ و جُہد میں مال خرچ کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

﴿ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ . . . ﴾

(المنافقون : ۱۰)

"اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں سے کسی کو موت"۔

نیکی میں درجۂ کمال کا حصول انفاق کے ساتھ مشروط ہے۔

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ ﴾ (آل عمران : ۹۲)

"ہرگز حاصل نہ کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ"۔

خلوصِ نیت سے انفاق کرنے والوں کی فضیلت دو تمثیلوں میں یوں بیان فرمائی :

① ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۬ ﴾ (البقرۃ : ۲۶۱)

"مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ' اس سے اگیں سات بالیں' ہر بال میں سو سو دانے"۔

② ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۬ ﴾ (البقرۃ : ۲۶۵)

"اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت کر کر' ایسے ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر' اس پر پڑا زور

کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند' اور اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے"۔

صَدَقہ : صدقات کی اصطلاح زکوٰۃ اور نفلی خیرات کے لئے آئی ہے۔ صدقہ اس اعتبار سے کہ یہ انسان کے سچے معنی میں شریف' نیک اور صاحب مروت ہونے اور سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے وعدۂ جزا اور وعید سزا پر یقین رکھنے کی علامت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا :

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ (البقرة : ۲۷۶)

"مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو"۔

اعلانیہ اور چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

﴿ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرہ : ۲۷۱)

"اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے' اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو بہتر ہے تمہارے حق میں"۔

رسول اکرم ﷺ کو مؤمنین سے صدقات کی وصولی کا حکم دیا گیا :

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا . . ﴾ (التوبة : ۱۰۳)

" اُن کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک صاف کردیں"۔

جہاد فی سبیل اللہ بالمال : یہ اصطلاح اقامتِ دین کی جِدّ و جُہد میں مال خرچ کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن حکیم نے جہاد کو ایمانِ حقیقی کا لازمی جزو قرار دیتے ہوئے جہاد بالمال کا خاص طور پر ذکر کیا ہے :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (الحجرات : ۱۵)

"ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر' پھر شبہ نہ لائے' اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے"۔

قرآن مجید میں جہنم سے بچاؤ کا جو نسخہ اہل ایمان کو بتایا گیا ہے اس کا جزوِ لاینفک

جہاد بالمال ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ (الصّف : ۱۰،۱۱)

"اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذابِ دردناک سے؟ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے"۔

اِعطاء: یہ اصطلاح عمومی طور پر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى○ ﴾ (الیل : ۵-۷)

"سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا، اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم سہج سہج پہنچادیں گے آسانی میں"۔

قرضِ حَسَنہ : غلبہ دینِ حق کی جِدّوجُہد میں مال خرچ کرنے کے لئے قرضِ حسنہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

﴿ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ﴾ (المائدۃ : ۱۲)

"اگر تم قائم رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے ان کی اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو البتہ دُور کروں گا تم سے گناہ تمہارے اور داخل کروں گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں"۔

تفسیرِ عثمانی کے حواشی میں اس مقام پر لکھا ہے کہ خدا کو قرض دینے سے مراد اس کے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں صدقات اور قرضِ حسنہ کی اصطلاحات کے فرق کو بیان کیا گیا ہے :

﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ○ ﴾ (الحدید : ۱۸)

"تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح ان کو ملتا ہے دونا اور ان کو ثواب ہے عزت کا"۔

قرآن حکیم ایتاءِ مال کے کچھ اصول بھی بیان کرتا ہے' جس سے مال خرچ کرنے کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور موانع دُور ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں اس کے کئی پہلو بھی واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ اس سلسلے میں اصل الاصول یہ ہے کہ کائنات کے تمام خزائن اور مال و دولت خالق ارض و سماوات کی ملکیت ہے۔ انسان سرمائے کا مالک نہیں' فقط امین ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر منافقین کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا

﴿ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . . . ﴾ (المنافقون : ۷)

"اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے"۔

اسی طرح اہل ایمان کو انفاق سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے جھنجھوڑا گیا ہے :

﴿ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ﴾ (الحدید : ۱۰)

"اور تم کو کیا ہوا کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں' اور اللہ ہی کو بچ رہتی ہے ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں"۔

۲۔ دنیا اور اس کا ساز و سامان بے ثبات ہے' ایک آزمائش اور دھوکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

﴿ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ ﴾ (الحدید : ۲۰)

"اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے مال دغا کا"۔

﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی قف ﴾ (النساء : ۷۷)

"کہہ دے فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے' اور آخرت بہتر ہے پرہیز گار کو"۔

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (التغابن : ۱۵)

"تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں"۔

۳۔ ایتاءِ مال میں صرف اللہ کی رضا ہی مطلوب ہونی چاہئے۔ بصورتِ دیگر انسان اُخروی اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ : ۲۷۲)

"جب تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضاجوئی میں' اور جو کچھ خرچ کرو گے خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا"۔

﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ ﴾ (الدّھر : ۹)

"ہم جو تم کو کھلاتے ہیں' خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو' نہ تم سے چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکرگزاری"۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ (البقرۃ : ۲۶۲)

"جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں' پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں' انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں"۔

۴۔ ایتاءِ مال سے دولت کم نہیں ہوتی' بلکہ بڑھتی ہے۔ جیسے فرمایا :

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ (الحدید : ۱۱)

"کون ایسا ہے جو قرض دے اللہ کو اچھی طرح' پھر وہ اس کو دونا کردے اس کے واسطے اور اس کو ملے گا ثواب عزت کا"۔

﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○ ﴾ (الحدید : ۱۸)

"تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں' اور قرض دیتے ہیں

اللہ کو اچھی طرح ان کو ملتا ہے دونا اور ان کو ثواب ہے عزّت کا"۔

﴿ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ﴾ (البقرة : ٢٧٦)

"مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو"۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم ہو جانے کا خوف سراسر شیطان کا فریب ہے۔

﴿ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ . . . ﴾ (البقرة : ٢٦٨)

"شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا . . ."

﴿ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ ﴾ (النساء : ١٢٠)

"اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے"۔

٥۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تزکیۂ نفس کا باعث ہے' بلکہ صدقہ اُن اہم ترین ذرائع میں سے ہے جو تزکیۂ نفس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو قرآن حکیم میں حکم صادر فرمایا گیا :

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَکِّیْهِمْ بِهَا . . . ﴾

(التّوبة : ١٠٣)

"ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک صاف کر دیں"۔

﴿ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ○ ﴾ (الیل : ١٧)

"بچالیا جائے گا اس سے بڑا ڈرنے والا' جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو"۔

٦۔ نیکی میں کمال تک رسائی اپنی محبوب ترین شے اللہ کی راہ میں خرچ کئے بغیر ممکن نہیں

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ (آل عمران : ٩٢)

"ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ"۔

٧۔ ایتاءِ مال کی اعلیٰ شکل یہ ہے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہے انسان اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

﴿ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ﴾ (البقرة : ٢١٩)

"اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے"۔

ہنگامی قسم کے حالات میں جب قومی و ملکی ضروریات زیادہ شدید اور ملت کی بناء خطرے میں ہو تو العفو کی مقدار کا تعیّن اور طرح سے کیا جائے گا اور معمول کے حالات میں اور طرح سے۔ عام تصور کے مطابق "العَفو" ہی ایتاءِ مال کی آخری منزل ہے' لیکن قرآن مجید اور سیرتِ نبویؐ سے اس سے بھی بلند تر درجے کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آتا ہے۔

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ ﴾ (الحشر : ۹)

"اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ"۔

۸۔ صدقات کے وقت اچھا مال یا اشیاء اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد کیا جائے۔

﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ . . . ﴾ (البقرۃ : ۲۶۷)

"اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو . . . "

۹۔ کسی کو مال دے کر اس پر احسان نہ جتلایا جائے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى . . . ﴾

(البقرۃ : ۲۶۴)

"اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات کو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر"۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ﴾ (البقرۃ : ۲۶۲)

"جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں' پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں"۔

۱۰۔ اللہ کی راہ میں کھلے عام اور چھپا کر دونوں صورتوں میں مال خرچ کرنے میں مضائقہ نہیں' مگر چھپا کر دینا بہتر ہے۔

﴿ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ ﴾ (بقرۃ : ۲۷۱)

"اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے' اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں

کو پہنچاؤ تو بہتر ہے تمہارے حق میں"۔

۱۱۔ سوسائٹی کی تنظیم کا بڑا بنیادی اصول "الاقرب فالاقرب" ہے۔ چنانچہ مال خرچ کرنے کا آغاز پہلے قریبی رشتہ داروں سے ہونا چاہئے' بعدازاں دیگر حق داروں کی باری آتی ہے۔

﴿ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ . . . ﴾

(البقرہ : ۱۷۷)

"اور دیا مال' اس کی محبت کے علی الرغم' رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو . . . "

۱۲۔ انفاق فی سبیل اللہ سے نیکی کے راستے پر چلنا آسان تر ہو جاتا ہے۔

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی○ ﴾ (اللیل : ۵-۷)

"سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو اس کو ہم سہج سہج پہنچادیں گے آسانی میں"۔

مال خرچ کرنے کے حوالے سے دو پہلو بہت اہم ہیں۔ ایک بخل اور دوسرا اسراف۔ بخل کی تعریف یہ ہے کہ جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً و مروۃً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔ جو فیوض و برکات اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے حاصل ہوتی ہیں انسان بخل کی بدولت ان سب سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر بخل کی مذمت کی گئی ہے :

﴿ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ○ الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہٗ○ ﴾

(الھمزۃ : ۱'۲)

"خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی۔ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا"۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی○ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی○ ﴾ (اللیل : ۸-۱۰)

"اور جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا' اور جھوٹ جانا بھلی بات کو' سو اس کو ہم سہج

سہج پہنچا دیں گے سختی میں"۔

بخیل سمجھتا ہے کہ مال کا جمع کرنا اس کیلئے مفید ہے۔ جبکہ حقیقتاً یہ اس کیلئے باعث شر ہے۔

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ ﴾ (آل عمران : ۱۸۰)

"اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں' بلکہ یہ بہت برا ہے ان کے حق میں"۔

یہ تو ذکر تھا انفاق فی سبیل اللہ سے اعراض کی اُخروی سزا کا۔ دنیا میں بھی اس کی فوری سزا مل سکتی ہے۔ انفاق نہ کرنے کی دنیوی سزا نفاق ہے۔ یعنی ایمان میں شکوک و شبہات کے کانٹے چبھنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان مال کے فتنے میں مبتلا ہو کر بالآخر ایمانِ حقیقی کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

ایک انسان' بالخصوص مسلمان' بخل جیسی مہلک بیماری میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے؟ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ دراصل اسے دو غلط فہمیاں لاحق ہو جاتی ہیں :

۱۔ میری چیز ہے' دوسروں کو کیوں دوں؟

۲۔ دوسروں کو دوں گا تو مال میں کمی ہو گی' جس سے ضرورت کے وقت مجھے تکلیف ہو گی۔

ان دونوں غلط فہمیوں کو قرآن مجید نے کئی مقامات پر رفع کیا ہے۔ پہلی کوتاہ فہمی کے بارے میں تو واضح طور پر فرما دیا کہ کائنات کی ہر شے بشمول مال و دولت دنیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ دوسرے خدشے کو یہ کہہ کر دُور کر دیا کہ رزق کی فراہمی کی ذمہ داری اللہ پر ہے' حتیٰ کے جانوروں تک کو رزق پہنچانا اس نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ رزق میں کشائش و تنگی آزمائش کے طور پر ہے' چنانچہ اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مزید برآں دوسروں کو دینے سے مال کم نہیں ہوتا' حقیقت میں بڑھتا ہے۔ علاوہ ازیں صاحب ثروت لوگوں کے مال میں سائلین اور محرومین کا حق

بھی ہوتا ہے جس کی ادائیگی لازمی ہے۔

بخل کی ضد اسراف ہے۔ بلا ضرورت کوئی چیز خریدنا یا خرچ کرنا اسراف ہے۔ اور اس کی حقیقت تجاوز عن الحد ہے۔ اسراف اللہ کی نعمتوں کو ضائع کرنے کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مسرفین کو پسند نہیں کرتا۔

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ﴾

(الاعراف : ۳۱)

"اور کھاؤ پیو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اس کو خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے"۔

اسراف کا معاملہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کے کام میں بھی اس بُری روش کو پسند نہیں کرتا

﴿ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ﴾ (الانعام : ۱۴۲)

"کھاؤ ان کے پھل میں سے جس وقت وہ پھل لاویں اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اللہ کو خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے"۔

دوسری جگہ انہیں شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۚ ﴾ (بنی اسرائیل : ۲۷)

"بے شک اڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے"۔

گویا جائز طریقوں پر حاصل ہونے والی دولت پر تصرف کے بارے میں فرد کو بالکل چھٹی نہیں دی گئی، بلکہ اس پر کچھ قانونی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں، تاکہ کوئی فرد اپنی ملکیت میں کسی ایسے طریقے سے تصرف نہ کر سکے جو معاشرے کے لئے نقصان دہ ہو اور جس میں خود فرد کے دین اور اخلاق کا نقصان ہو۔

اسراف کرنے والوں کی نفسیات پر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ وہ اکثر و بیشتر جذباتی اور متلوّن مزاج لوگ ہوتے ہیں، جو یا تو نیکی کے کسی وقتی جذبے کے تحت خرچ کرتے ہیں یا ذاتی نمود و نمائش ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ پچھتاوے کا شکار

ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے :

﴿ وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ ﴾ (بنی اسرائیل : ۲۹)

"اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ ' اور نہ کھول دے اس کو بالکل کھول دینا ' پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہوا ہارا ہوا"۔

قرآن مجید نے اسراف اور بخل سے ہٹ کر جو قاعدہ اہل ایمان کے لئے مقرر کیا ہے وہ عدل و توازن پر مبنی ہے۔ یعنی نہ تو بے جا اور بلا ضرورت خرچ کیا جائے اور نہ ہی ہاتھ اتنا تنگ کر لیا جائے کہ ضرورت کے وقت بھی انسان خرچ کرنے سے ہچکچاتا رہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾

(الفرقان : ٦٧)

"اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بے جا اڑائیں اور نہ تنگی کریں۔ اور ہے اس کے بیچ میں ایک سیدھی گزران"۔

یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ حرام خوری اور مال کے ضیاع یا اسراف میں ایک گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ مالِ حرام بود بجائے حرام رفت۔ اگر حلال و حرام کی پابندیاں توڑنے کی اجازت نہ دی جائے ' تو اسراف و تبذیر بڑی حد تک ختم ہو جائیں۔

(جاری ہے)

وقت کے نہایت اہم ' انتہائی نازک اور حساس موضوع پر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی وقیع تالیف

شیعہ سنّی مفاہمت

کی ضرورت و اہمیت

ملنے کا پتہ :

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔کے ' ماڈل ٹاؤن ' لاہور فون : 3-5869501